جواب اعتراضات شیعہ

ہمارے دوست منشی خادم حسین صاحب نے شیعہ کے چند معرکۃ الآراء سوالات کا نہایت مدلل و مسکت خصم جواب دیا ہے جزاہ اللہ احسن الجزاء

پہلے سوال کا جواب

معترض نے حضرت فاطمہؓ کے ابوبکرؓ پر خفا ہونے اور تاحین حیات کلام نہ کرنیکا اعتراض تو کردیا ہے مگر نہ تو کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے اور نہ خود ہی اس خفگی کی وجہ ظاہر کی ہے اور نہ ہی اس خفگی کے نتیجہ کا جو اُسنے اپنے زعم میں قرار دیا اظہار کیا ہے بلکہ ویسے لہجہ میں اعتراض کرتا ہے گویا اہل سنت کے ہاں بھی یہ امر حد تواتر کو پہنچا ہے اور سوائے تسلیم کے کسی سنی کو اس سے چارہ نہیں لیکن اُسکا ایسا زعم بہت حد تک درست نہیں بوجوہ ذیل

(۱) اگر یہ ناراضگی باغ فدک کی بنا پر ہے تو معترض اور اسکے ہم مشربوں کو معلوم ہو آنحضرت صلعم کو فدک بطور فئے کے ہاتھ آیا تھا۔ اور فئے کی تقسیم آیات سورہ حشر میں خود خدا نے فرمادی ہے باقی رہا اسکا عملدرآمد یعنے یہ کہ آنحضرت صلعم کسطرح اسکی آمدنی کو خرچ فرماتے تھے اسکے لئے اسی بارہ میں جو فیصلہ ناطق حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ اور حضرت علیؑ کے تنازعہ کے وقت صادر فرمایا ہے تسلّی کے لئے وہی کافی ہے دیکھو بخاری کتاب التفسیر سورہ حشر باب ما افاء اللہ علی رسولہ جلد ۳ صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مصر ....

... و بخاری کتاب النفقات باب حبس نفقہ صفحہ ۱۷۸ جلد ۳ مطبوعہ مصر اور بخاری کتاب الوصایا باب فرض الخمس صفحہ ۱۱۶ جلد ۲ و مدارج النبوۃ جلد ۲ فصل تقسیم میراث مطبوعہ نولکشور ص ۵۱۳ـ ۵۱۵

علاوہ ازیں ابوبکرؓ کے فیصلہ فدک پر خود کتب معتبرہ شیعہ میں حضرت سیدہ کی رضامندی بھی صاف الفاظ میں منقول ہے چنانچہ لکھا ہے "فرضیت بذالك" دیکھو شرح ابن میثم بحرانی جلد ۳۵ کلکتہ کی امپریل لائبریری میں اصل کتاب سے بچشم خود خاکسار نے اس

موقعہ کو نوٹ کیا تھا +

(۲) جب قرآن اور سنت سے اس خفگی کی بنا کا خفیف اور بے حقیقت ہونا ثابت ہو گیا۔ اور پھر کتب معتبرہ شیعہ سے بھی بجائے خفگی سیدہؓ کے رضامندی سیدہؓ پائی گئی۔ تو پھر بھی خفگی سیدہؓ کا اعتراض کئے جانا معترضین کی کمال ضدپروری اور ہٹ دھرمی ہے +

(۳) بالفرض اگر بقول معترضین حضرت سیدہؓ کی خفگی سے ابوبکر صدیق پر کفر لازم آجاتا ہے تو میں کتب معتبرہ شیعہ سے دکھلا سکتا ہوں کہ آپ حضرت علیؑ پر بھی کئی دفعہ خفا ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایکدفعہ جب کہ سیدہؓ نے حضرت علیؑ کو اپنی منزل میں حبشہ سے آئی ہوئی ایک لونڈی کی گود میں سر رکھے ہوئے دیکھ لیا تھا اور دوسری دفعہ بعد وفات رسول صلعم جب حضرت علیؑ نے انکی مدد نہ فرمائی اور گھر میں چپکے بیٹھ رہے ہر دو روایات کے لئے دیکھو بحار الانوار جلد عاشر مطبوعہ ایران صفحہ ۴۳ و ۴۴

دوسرے سوال کا جواب

معترض نے اس قلم و دوات نہ دینے والے اعتراض کو بھی گول مول ابوبکرؓ و عمرؓ کے ذمے ڈال دیا ہے نہ اس کا ماخذ بتلایا نہ اسکے نتیجہ کی عقوبت اگر اسکی مراد بخاری کی اس روایت سے ہے جس کے راوی فقط ابن عباسؓ ہیں۔ تو اسکو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ بخاری کی اس روائیت میں قلم دوات نہ دینے والوں میں نہ ابوبکر کا نام مروی ہے نہ عمرؓ کا بلکہ بعض کا لفظ ہے "فقال بعضھم ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد غلب علیہ الوجع وعندکم القران حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت واختصموا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ومنھم من یقول غیر ذلک" (بخاری کتاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر باب مرض النبی صلے اللہ علیہ وسلم جلد ۳ صفحہ ۵۸) پھر اس روایت میں اس مقصد کا پتہ بھی نہیں ہے جسکو معترضین مدنظر رکھتے ہیں یعنی یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت صلعم قلم دوات منگوا کر کیا لکھوانا چاہتے تھے اگر اس سے خواہ

نخواہ خلافت بلافصل جناب علیؑ کے مقصد پر زور دیا جائے تو ایسی روایات بھی کتب اہل سنت میں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وصیت دراصل جناب صدیقؓ کے بارہ میں لکھی جانی تھی دیکھو مدارج جلد ۲ فصل وقائع کردر ایام مرض واقعہ شد مطبوعہ نولکشور صفحہ ۵۴۲ "واہل سنت وجماعت را ایں دلیل است بر تنصیص بخلافت ابی بکرؓ" (قول شاہ عبد الحق دہلوی محدث مصنف مدارج النبوۃ صفحہ ۵۴۲) اس رائے کی تائید میں وجوہ ذیل بھی قابل غور ہیں۔

(۱) حضرت عباسؓ نے جناب علیؓ سے فرمایا تھا کہ آنحضرتؐ بیمار ہیں اور آثار وفات آشکار بہتر ہوگا کہ آپ سے دریافت کر لیا جائے کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا لیکن حضرت علی نے فرمایا اس بارہ میں سکوت ہی بہتر ہے فقال علی انا واللہ لئن سألناها رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فمنعناها لا یعطیناها الناس بعدہ وانی واللہ لا اسألها رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ بخاری جلد ۳ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ صـ۵۹ قریب قریب اسی روایت کا مفہوم ایک اور روایت سے بھی ہوتا ہے جو علامہ مجلسی نے بروایت شیخ مفید لکھی ہے دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۵۰

(۲) حضرت نے خلافت کے بارے میں مہاجرین وانصار کے روبرو وصیت فرمائی لیکن کسی کو نامزد نہیں فرمایا چنانچہ فرمایا پس کسے کہ والی امرے شود درمیان مسلمانان باید کہ انصار نیکو کار انصار را بنوازد و از بد کردار ایشان عفو نماید و ایں آخر مجلسے بود کہ حضرت بر منبر نشست تا آنکہ حق تعالے را ملاقات کرد" حیات القلوب جلد ۲ صـ ۶۵۲/۶۴۸

(۳) خدا نے پہلے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا تھا۔ کہ آپ کے بعد پہلے ابو بکرؓ خلیفہ ہونگے۔ پھر عمرؓ پھر عثمانؓ دیکھو تفسیر قمی و تفسیر صافی بحوالہ تفسیر عباس و مجمع البیان زیر آیۃ فلمّا نبّأها به قالت من انبأك هٰذا قال نبّأني العليم الخبير و تفسیر منہج الصادقین سورہ تحریم مطبوعہ ایران صفحہ ۲۷۶

تیسرے سوال کا جواب

اعتراض نمبر ہذا در اصل اعتراض نمبر دوم کا ہی جزو ہے اس میں معترض نے حضرت عمرؓ کو متہم قرار دیا ہے کہ بوقت وفات آنحضرت صلعم آپ کے ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا۔ اول تو جب جواب نمبر ۲ میں اصل روایت کی ہی تضعیف کی گئی ہے اور یہ اعتراض بھی اُسی کی فرع ہے تو اسکی بھی خود بخود تضعیف ہو گئی۔ دوم۔ اصل روایت بخاری میں ہذیان کہنے والیکا نام ہی مروی نہیں ہے معترض نے ناحق حضرت عمرؓ سے اسکو منسوب کر دیا۔ کیونکہ اصل عبارت روایت مذکورہ کے اس محل میں یہ ہے "فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا ما شانہ اھجر استفھموہ"۔ بخاری جلد ۳ باب مرض النبی صفحہ ۵۸ کیا معترض کس طرح بھی ثابت کر سکتا ہے کہ "فقالوا" کہا انھوں نے کے معنے ہیں کہ کہا عمرؓ نے؟ سوم بعض متکلمین لکھتے ہیں کہ ہجر کے معنے یہاں ہذیان کے نہیں ہیں بلکہ جدائی کے معنے ہیں چہارم۔ اگر آنحضرت صلعم بشر تھے اور آیت انما انا بشرٌ مثلکم میں صاف طور پر آپ کی بشریت کا اعتراف ثابت ہے۔ اور دوسرے انسانوں کی طرح بروایات بخاری و رسالہ اعتقادیہ شیخ صدوق خیبر کی یہودیہ عورت کی دعوت میں زہر آلودہ گوشت کھا لینا آپ کی وفات کا باعث ہؤا۔ اور زہر کی وجہ سے آپ کو یوں محسوس ہوتا تھا۔ کہ گویا میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں۔ اگر مرض کے دوسرے تمام عوارض آپ پر بھی عاید ہوئے تو کیا عجب ہے کہ بحالت غشی میں آپ کی زبان مبارک سے یہ ارشاد بھی سہواً نکل گیا ہو اور اگر شیعہ کہیں کہ آنحضرت صلعم تو سید المعصومین تھے آپ کی نسبت سہو کا اطلاق کس دلیل سے تسلیم کیا جائے تو انکی تسلی کے لئے ایک معصوم کی حدیث ہی عرض کر دیتا ہوں۔

وہو ہذا بحوالہ عیون الرضا تفسیر صافی میں لکھا ہے کہ امام موصوف علیہ السلام سے کہا گیا۔ کہ سواد کوفہ میں ایک قوم ہے (غالباً شیعہ ہی) جو یہ زعم رکھتی ہے کہ آنحضرت صلعم کو کبھی سہو نہیں ہؤا تو امام نے جواب دیا "لعنھم اللہ ان الذی لا یسھو ھو اللہ لا الٰہ الا ھو" تفسیر صافی مطبوعہ بمبئی زیر آیت ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المومنین

سبیلاً یعنی جھوٹ کہتے ہیں وہ لوگ (اس بارہ میں) تحقیق وہ (ذات) جس کو کبھی سہو نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کی ہی ذات ہے اس سہو کی تائید ایک اور روایت مندرجہ صافی سے ہوتی ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے بڑے حریص تھے لیکن خداوند کریم آپ کے اس ارادہ کے مخالف تھا پس خدا نے فرمایا اے محمدؐ تجھے اس امر میں کوئی دخل نہیں ہے تفسیر صافی زیر آیت لیس لک من الامر شیئاً (سورہ آل عمران)

مخالفت کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خدا نے آپکو بتلا دیا تھا۔ کہ آپ کے بعد خلافت ابو بکرؓ کو ملیگی پھر جب بحکم آیت الیوم اکملت لکم دینکم دین کامل ہو چکا تھا۔ اور قرآن بھی تمام نازل ہو چکا تھا۔ تو پھر آپ کو کس ہدایت نامہ کی ضرورت باقی رہ گئی تھی جس کی کتابت کے بغیر امت کی گمراہی ابدی کا اندیشہ آپ کو دامنگیر ہو رہا تھا اور جس طرح حضرت علیؓ کی طرفداری میں شیعوں کو لفظ ہذیان کا شکوہ ہے ممکن ہے ابو بکر کے حق میں ہی وصیت لکھنے لکھانے پر آپ نے ارادہ کیا ہو اور اس پر اس لفظ کا اطلاق کیا گیا ہو کما مر اور پھر اس روایت کے آخر میں جیسا کہ ظاہر ہے راوی کو تیسری وصیت یاد نہ رہی وسکت عن الثالثۃ او قال نسیتہا (بخاری) اصل لفظ کو راوی بھول گیا ہو اور اس نے روایت بالمعنی کے طور پر لفظ ہجر بمعنی ہذیان اپنی طرف سے ظاہر کیا ہو اور یہ بھی اصل روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہذیان کی نسبت کرنیوالوں نے کہا تھا استفہموہ یعنے نزدیک ہو کر غور سے اس کلام کو سمجھو تو سہی کہ آنحضرت صلعم کیا فرما رہے ہیں۔ اس جملہ مابعد سے ہذیان کی نسبت کرنیوالوں کی حسن نیت کا پتہ بھی لگ سکتا ہے اگر روایت میں یہ جملہ استفہموہ نہ ہوتا تو پھر البتہ انکی بدنیتی کا گمان ہو سکتا تھا۔ اسکی تائید شاہ عبد الحق محدث دہلوی مرحوم نے بھی کی ہے چنانچہ لکھا ہے "مبادا بعضے مردم از منافقاں وغیرہم راہ سخن پیدا شود و بگویند وخیال کنند کہ ہذیان میگوید چنانچہ بیماراں در وقت سخنے بیماری میگویند۔ مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ در ذیل وقائع در ایام مرض

چوتھے سوال کا جواب جنازہ آنحضرتؐ پر اصحاب ثلاثہ کا نہ آنا یہ اعتراض بھی خدا جانے

معترض نے کس کتاب سے نکالا ہے اور کہاں سے سنا ہے اگر اسکو کم از کم شیعوں کی کتابوں پر ہی عبور ہوتا۔ تو وہ ایسا بے اصل اعتراض نہ کرتا۔ ذیل میں چند حوالجات عرض کرتا ہوں جس سے کیفیت جنازہ آنحضرت صلعم بخوبی واضح ہو سکتی ہے :۔

اوّل شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقرؑ روایت کردہ است کہ دہ دہ نفر داخل حجرہ حضرت عائشہؓ می شدند و چنیں بر آنحضرت نماز میکردند بے امامے در روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ تا صبح و روز سہ شنبہ تا شام تا آنکہ خورد و بزرگ و مرد و زن از اہل مدینہ ہمہ بر آنجنابؐ چنیں نماز کردند (حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۶۰)

دوم و فی الکافی عن الصادقؑ لما قبض النبی صلے اللہ علیہ وسلم صلت علیہ الملئکۃ والمھاجرون والانصار فوجاً فوجاً تفسیر صافی صفحہ ۴۱۱ مطبوعہ بمبئی زیر آیت ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ہر دو روایات مذکورہ ظاہر کرتی ہیں کہ دہ دہ آدمیوں نے باری باری بے امام کے دوشنبہ سے لیکر سہ شنبہ کی شام تک آنحضرتؐ کا جنازہ پڑھا اور اس طرح پر تمام مہاجرینؓ و انصارؓ و زن و مرد اہل مدینہ بلکہ نواح مدینہ کے لوگوں نے بھی پڑھا اور کوئی شخص باقی نہ رہا اس سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم نے بھی جنازہ پڑھا۔ اگر کوئی کہے کہ خاص ابو بکرؓ وغیرہ کا نام ہماری کتابوں سے دکھلاؤ تو اسکے لئے بھی ہم حاضر ہیں دیکھو حیات القلوب میں اس روایت کو جس کے آغاز میں لکھا ہے وبسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ اند کہ عباسؓ بخدمت امیر المومنین آمد و گفت کہ مردم اتفاق کردہ اند کہ حضرت رسول را در بقیع دفن کنند و ابو بکرؓ پیش بایستد و بر آنحضرت نماز کنند الخ حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۶۴

روایات مذکورہ سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ اصحاب ثلاثہ نے نماز جنازہ پڑھی تھی۔ اور ضرور پڑھی تھی باقی رہا یہ کہ ملک گیری کے لئے جنازہ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ بھی آنحضرت صلعم کے جان نثار و برگزیدہ اصحابؓ پر محض سوء ظن ہے اور تعصب پر دال ہے اور اسی سطحی نکتہ خیال

کا نتیجہ ہے جس کے رُو سے ناحق شناس عیسائی اور آریہ لوگ حضرت رسول کریم کی نسبت بھی کہا کرتے ہیں کہ آپ نعوذباللہ مذہب کے پردہ میں دراصل اپنی حکومت و ریاست کے طالب تھے سائل کو سوچنا چاہیئے تھا کہ بوقت وفات آنحضرتؐ کا کونسا ملک اور خزانہ خالی پڑا ہوا تھا جس کے لالچ میں اصحاب ثلاثہ رسول صلعم کو بے کفن و بے دفن چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اگر اس سے مراد خلافت حاصل کرنا تھا تو یاد رہے کہ حضرت علی بھی اس ہوس سے خالی نہ تھے چنانچہ لکھا ہے کہ آپ کے گھر میں بھی عباس بن عبد المطلب و فرزندان عباسؓ و زبیر بن العوام و ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب اور تمام بنی ہاشم اور خالد بن العاص بن امیہ بن عبد الشمس وغیرہ جمع ہو کر آپ کی خلافت کے منصوبے کر رہے تھے دیکھو ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ صفحہ ۸۰

صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے ایک روایت ہے وقد کان من خبرنا حین توفی اللہ نبیہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الانصار خالفونا و اجتمعوا باسرھم فی سقیفۃ بنی ساعدہ و خالف عنا علیؓ والزبیر و من معہما و اجتمع المہاجرون الی ابی بکرؓ (بخاری جلد ۴ کتاب الحدود باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت صفحہ ۱۱۱)۔ (ترجمہ) ہماری سرگزشت یہ ہے کہ جب خدا نے اپنے پیغمبر کو اٹھا لیا۔ تو سب انصار نے ہماری مخالفت کی۔ اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور علیؓ و زبیر اور انکے ساتھیوں نے ہماری مخالفت کی اور مہاجرین ابوبکرؓ کے پاس جمع ہوئے

اس روایت سے جو خود حضرت عمرؓ سے مروی ہے صاف طور پر ثابت ہو سکتا ہے کہ ملک گیری یا خلافت کا شوق سب سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کو پیدا ہوا۔ اور اصحاب ثلاثہ انصار کی شورش کو مٹانے کے لئے سقیفہ میں بعد کو گئے اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوا کہ اسی وقت بنی ہاشم حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے کے لیے منصوبہ کر رہے تھے

جناب شیخین کا سقیفہ میں جانا اس عالمگیر فتنہ کو مٹانیکی غرض سے تھا اور وہ غرض بھی بفضلہ تعالےٰ پوری ہو کر رہی جس فتنہ کو ائمہ اہل بیت نے ظہر الفساد فی البر و البحر سے تعبیر

فرمایا ہے "عن ابی جعفر علیہ السلام فی قولہ عزّ و جلّ ظہر الفساد فی البرّ و البحر بما کسبت ایدی الناس قال ذالک واللہ حین قالت الانصار منا امیر و منکم امیر" فروع کافی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۹۲ تعجب تو یہ ہے کہ ائمہ اہلبیت اس فتنہ کو انصار سے منسوب کریں۔ اور انکے شیعہ ان بزرگان دین کو جو اس فساد کو فرو کرنیکا باعث ہوئے اسکو انکی ملک گیری اور حبّ ریاست پر محمول کریں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پانچویں سوال کا جواب ابو بکر صدیق نرے اجماع سے خلیفہ نہیں بنائے گئے۔ بلکہ ماتحت منشاء الٰہی خلیفہ بنے جس کی تکمیل بظاہر اسباب اجماع صحابہ سے بھی ہوگئی دیکھو آیت استخلاف میں خدا تعالےٰ نے پہلے ہی حتمی وعدہ فرمایا تھا "لیستخلفنھم فی الارض" اور خود رسول صلعم نے بھی امر خلافت کو صحابہ کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا چنانچہ آپ نے قبل از وفات جو وصایا صحابہ کے عام مجمع میں فرمائی ہیں۔ ان میں مجمل طور پر فرمایا ہے کہ جو کوئی میرے بعد اولی الامر بنے اسکے یہ یہ فرائض ہونے چاہئیں دیکھو حیات القلوب جلد ۲۔ "پس کسے کہ والی امر مے شود در میان مسلماناں باید کہ نیکو کار انصار را بنوازد۔ واز بدکردار ایشاں عفو نماید" پھر جیسا کہ سائل اور اسکے ہم مشربوں کا خیال ہے مہاجرین و انصار کا اجماع معمولی اجماع نہیں ہے۔ بلکہ وہ قطعی اور قابل تسلیم ہے جیسا کہ خود جناب مرتضوی سے منقول ہے کہ آپ نے امیر معاویہ رضؓ کو ایک خط میں لکھا "انما الشوریٰ للمھاجرین و الانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل و سموہ اماماً کان ذالک رضیً" دیکھو نہج البلاغہ حصہ دوم صفحہ ۷ مطبوعہ بیروت یعنی شوریٰ (اجماع) کا حق مہاجرین و انصار کے لئے مخصوص ہے پس اگر انہوں نے کسی شخص کی خلافت پر اجماع کر لیا۔ اور اسکو امام سے موسوم کیا۔ تو یہی پسندیدہ ہے تعجب ہے کہ حضرت علیؓ تو اجماع صحابہ کو حجت قرار دیکر پسندیدہ فرماویں اور انکے شیعہ انکو غیر مستند اور مکروہ قرار دیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

آمدیم برسر مطلب۔ تو ابوبکرؓ کا خلیفہ ہونا جیسا کہ سائل کہتا ہے بموجب حدیث سنیاں اجماع سے نہیں ہوا بلکہ منشائے الٰہی سے یا دوسرے لفظوں میں اجماع ملائکہ سے ہوا۔ اور انکا خلیفہ ہونا اجماع امت کا محتاج نہیں تھا۔ بلکہ اجماع امت اس کا محتاج تھا۔ اور رسول صلعم بھی پہلے ہی اپنے ازواج مطہرات کو یہ مژدہ سنا چکے تھے کہ خدا نے مجھکو مطلع فرمایا ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہونگے۔ اُنکے بعد عمرؓ ان کے بعد عثمانؓ دیکھو تفسیر قمی و تفسیر صافی اور تفسیر منہج الصادقین سورہ تحریم یہی وجہ ہے کہ مخالفین خلافت اصحاب ثلاثہؓ کی کسی وقت بھی کچھ پیش نہیں گئی۔ اور ہمیشہ منافقوں کو ناکامی ہوئی۔ باقی رہا عمرؓ اور عثمانؓ کی نوعیت خلافت یعنے خلاف اجماع کا سوال سو چونکہ تینوں کے زمانے تک مہاجرین اور انصار کا وجود ثابت ہے اور انکی خلافتوں کیساتھ اتفاق جن میں جناب علیؓ بھی داخل ہیں اور مخالفت کسی گروہ کی بوقت انعقاد خلافت ثابت نہیں تو ان خلافتوں پر بھی حکم اور اطلاق صورت اجماع حاوی ہے اور جب وہ صورت ماتحت منشائے خدا اور رسول ہے کما مرّ تو خواہ اسکا انعقاد بذریعہ اجماع مانا جائے خواہ بطور نص بہر صورت وہ مستحسن ہے۔ نہ قابل قدح اس بیان کی تصدیق مجموعی طور پر ایک اور روایت سے بھی ہو سکتی ہے جو اصول کافی میں میری نظر سے گزری لکھا ہے کہ جب جناب علیؑ فوت ہوئے تو رجال الغیب میں سے ایک شخص روتے ہوئے آموجود ہوے اور انہوں نے فرمایا "الیوم انقطعت خلافة النبوّة" یعنے آج نبوت کی خلافت منقطع ہوگئی دیکھو اصول کافی صفحہ ۲۸۹

اس سے ثابت ہوا کہ جو سلسلہ خلافت ابوبکر صدیق سے چلکر حضرت علیؑ تک جاری رہا وہ اصل خلافت نبوت کا مصداق تھا۔ اگر شیعہ احباب خفا نہ ہوں تو میں حضرت علیؑ کو چھوڑ کر باقی اماموں کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ انکی خلافت و امامت کس قسم کی تھی۔ روایت مذکورہ سے تو ثابت ہوتا ہے کہ بعد جناب علیؑ کے نبوت کی خلافت ہی منقطع ہو چکی تھی پھر انکے امام مفترض الطاعة اور امام منصوص ہونیکے دعوے کے

لئے کونسی دلیل ہے جب نص نہیں تو لامحالہ اجماع ماننا پڑیگا پھر ہم بھی کہہ سکتے ہیں یا نہ کہ گیارہ باقی کے امام بحدیث اجماع شیعیان خلیفہ ہوئے مگر افسوس ہے کہ شیعوں کو ان کے لئے اجماع بھی ثابت کرنا مشکل ہے ❊

چھٹے سوال کا جواب بیشک حضرت علیؓ نے حضرت سیدہؑ کو رات کے وقت دفن کیا باقی رہا حضرت سیدہ کا منع کرنا۔ اول تو اس ممانعت کی کیفیت معلوم نہیں اگر کہا جائے کہ فدک کی وجہ سے تو اسکا جواب نمبر اول میں ہو چکا ہے کہ حضرت سیدہ آخر ابو بکرؓ پر راضی ہو گئی تھیں۔ اور اسکی عملی دلیل یہ ہے کہ حضرت سیدہؑ کی تیمار دار اور تجہیز و تکفین کرنے والی اور حضرت سیدہؑ کے لئے سب سے پہلے نعش یعنے تابوت تجویز کرنیوالی . . اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکرؓ کی بیوی تھیں ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب ۲ صفحہ ۱۰۳ ممکن ہے حضرت سیدہ نے بکمال ستر کے لحاظ سے وصیت فرمائی ہو کہ رات کو دفن کی جاؤں اور ابو بکرؓ اور دوسرے تمام مہاجرین و انصار کے ہجوم کو ناپسند فرمایا ہو۔ اور خاص بخیال فرض کفایہ صرف اسما بنت عمیس کی موجودگی کافی خیال فرما کر رات کے وقت ابو بکرؓ کو جنازہ کے لئے حاضر ہونیکی تکلیف دینا گوارائے خاطر نہ فرمایا ہو ورنہ یاد رہے کہ کتب اہل سنت میں ایسی روایات بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بوقت وفات حضرت سیدہؑ نے ابو بکرؓ کا عذر فدک کے بارہ میں منظور فرمالیا تھا اور یہ کہ ابو بکرؓ نے خود حضرت سیدہ کا جنازہ پڑھایا دیکھو مدارج النبوۃ بحوالہ روضۃ الاحباب "و روایات در خبر وارد شدہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و آمدن اور بر جنازہ و نماز گزاردن وے و عثمان بن عفان و عبد الرحمن بن عوف و زبیر بن العوام نیز آمدہ" صفحہ ۵۹۱ جلد ۲۔ پس آمد ابو بکرؓ و گذارد نماز بر فاطمہؑ و برآورد چہار تکبیر و دفن کردہ شد در شب مدارج جلد ۲ صفحہ ۵۷۳

ساتویں سوال کا جواب آیت وقرن فی بیوتکن کے مطابق بیشک عورتوں کو حکم تھا کہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ اوقات ضرورت

شدید میں بھی گھروں میں سے باہر نہ نکلیں لکھا ہے کہ بوقت جنگ احد آنحضرت صلعم کی شہادت کی افواہ سنکر حضرت سیدہ بھی میدان جنگ میں تشریف لے گئی تھیں۔ مدارج النبوۃ کیں لکھا ہے وفاطمہ الزہرہ رضؓ چوں ایں آواز (الا ان محمد قد قتل) شنید دست بر سر زنان از خانہ بیروں دوید الخ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۶۳- اور آنحضرت صلعم کے زخموں کی مرہم پٹی فرماتی تھیں بخاری غزوہ احد جلد ۳ صفحہ ۱۷- بعض دفعہ جلب منفعت کا خیال بھی انسان کو گھر سے نکلنے پر مجبور کرتا ہے جیساکہ حضرت سیدہؓ فدک کے مطالبہ کے لئے گھر سے نکلیں۔ اور سب صحابہؓ کے روبرو جاکر بیچارے عمرؓ کا گریبان پکڑ لیا۔ اور اپنی طرف کھینچا (کافی) برخلاف اسکے عائشہؓ کا بارادہ جنگ جمل گھر سے نکلنا ثابت نہیں وہ تو شہادت عثمانؓ سے پہلے ہی حج کرنیکو گئی ہوئی تھیں۔ اور انکی واپسی پر یہ واقعہ چند مفسدہ پردازوں کی جلدبازی سے پیش آگیا تھا؂

قرآن مجید میں ایک آیت ہے جس میں خدا نے فرمایا ہے وان طائفتان من المومنین اقتتلوا الخ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ اور انصاف کو ملحوظ رکھو بیشک اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے مسلمان تو بس آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرادیا کرو اور خدا کے غضب سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے الیٰ آخرہ؂

صحابہ کرام جو حضرت رحمۃ للعالمین کے فیض صحبت سے آپس میں بھائی بھائی بنے ہوئے تھے اور جن کی شمشیر ہائے خون آشام کفار اور مشرکین پر ہمیشہ اٹھا کرتی تھیں اس آیت کی تاویل سے انکے ادراک عاجز تھے وہ خیال کرتے ہونگے کہ کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ ایک مومن گروہ کی دوسرے مومن گروہ سے یہانتک مخالفت بڑھ جائے کہ باہم آمادہ پیکار ہو جائیں۔ اور ایک دوسرے سے مقاتلہ کی نوبت آئے چنانچہ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اس آیت کی تاویل یوم بصرہ (جنگ جمل) کے دن

ہی ظاہر ہوئی۔ اور اصحاب جمل ہی اسکے مصداق تھے جنھوں نے حضرت علیؑ پر بغاوت کی تھی پس آپ پر انکا قتال واجب تھا جب تک کہ وہ رجوع الیٰ امر اللہ کرتے۔ اس روایت کے آخر میں لکھا ہے کہ آخر آپ نے انپر احسان ہی جائز رکھا اور معاف کر دیا" انما ھو منّ علیھم و عفا" کتاب الروضہ فروع کافی صفحہ ۸۸ یہ ہے جنگ جمل اور کیفیت جمل اور انجام جمل جسکو معترض نے مجمل طور پر پیش کیا مگر "انما ھو من علیھم و عفا" کے ایک جملہ میں ہی اسکا صفایا ہو گیا۔ اس مقام پر حضرت عبد اللہ ابن عمر کا ایک مقولہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے جو آپ نے ایک معترض کے جواب میں فرمایا۔ جس نے یہی آیت وان طائفتان من المومنین اقتتلوا سنا کر آپکو عبد اللہ ابن زبیرؓ کے فتنہ کے ایام میں خروج کرنیکی ترغیب دی تھی۔ اور اس ضمن میں حضرت عثمانؓ پر بھی اعتراض کیا تھا۔ آپ نے فرمایا" اما عثمان فکان اللہ عفا عنہ و اما انتم فکرھتم ان تعفوا عنہ" یعنے خدا نے تو عثمانؓ کا قصور (غالباً یوم احد کے متعلق) معاف فرما دیا تھا لیکن تم کو انکے حال پر رحم نہ آیا اور عفو کرنا تم کو ناگوار ہوا (بخاری جلد ۳ کتاب التفسیر سورہ بقر باب قولہ تعالیٰ و کلوا و اشربوا حتی) اب میں بھی عرض کرتا ہوں کہ حضرت عائشہ کو حضرت علیؑ نے تو احسان کر کے معاف بھی فرما دیا لیکن شیعیان علی کو معاف کرنا کیوں دوبھر و ناگوار ہو رہا ہے؟

آٹھویں سوال کا جواب

جہاں پر رسول صلعم کے پہلو میں ابو بکرؓ و عمرؓ دفن ہیں بیشک وہ زمین پہلے رسول صلعم کی ملکیت نہیں تھی لیکن بعد کو آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ کو دیدی تھی اور وہی ان کا حجرہ تھا وہیں انکی نوبت پر آنحضرت تشریف لے جاتے تھے۔ اور آخر میں وہیں وفات بھی پائی۔ اور وہیں دفن بھی ہوئے اسی طرح دوسرے حجرے دوسرے ازواج مطہرات کو بھی آنحضرت صلعم نے دئیے ہوئے تھے جبھی تو خدا نے بھی فرمایا" و قرن فی بیوتکن" نہ کہ فی بیوت الرسول حضرت عائشہ رضؓ فخریہ فرمایا کرتی تھیں کہ "آنحضرۃ صلے اللہ علیہ وسلم در بیت من تمریض یافت و در روز نوبت من رحلت یافت و روح مطہر

آنحضرت را قبض کردند درحالیکہ میان سینہ و شش من بود و در حجرۂ من مدفون گشت" مدارج النبوۃ باب دوم ذکر ازواج مطہرات صفحہ ۷۰۰ فکان فی بیت عائشۃ حتی مات عندھا قالت عائشۃ فمات فی الیوم الذی کان یدور علیّ فی بیتی فقبضہ اللہ وان رأسہ لبین نحری وسحری بخاری جلد ۳ کتاب النبی الی کسری وقیصر باب مرض النبیؐ صفحہ ۵۱ فلما کان یومی قبضہ اللہ بین سحری ونحری ودفن فی بیتی بخاری جلد اول کتاب الجنائز باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمرؓ صفحہ ۱۵۴ اسب عبارات منقولہ کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عائشہ فرماتی ہیں)

آنحضرت میرے گھر میں بیمار ہوئے اور دفن بھی وہیں ہوئے

اس سے صاف طور پر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ حجرہ بوقت وفات حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم خاص مملوکہ ومقبوضہ حضرت عائشہ کا تھا نہ کہ رسول صلعم کا اسی واسطے شیخینؓ نے حضرت عائشہ سے ہی اجازت حاصل کرنی تھی نہ کہ رسول صلعم سے استجازہ کا ذکر بھی بخاری میں ہے دیکھو جلد اول صفحہ ۱۵۴ و ۱۵۵۔ اگر یہ حجرہ خاص عائشہ کی ملکیت نہ ہوتا تو قطع نظر شیخینؓ کے حسب روایات شیعہ امام حسنؑ اپنی تدفین کے لئے وصیت کرتے ہوئے کیوں یوں فرماتے کہ عائشہؓ سے استرضا کرنا کہ اگر راضی ہو گئیں تو روضہ رسول میں مجھکو دفن کرنا۔ ورنہ پھر جنت البقیع میں کر دینا ملکیت ہذا کی تائید میں ایک اور روایت بھی قابل غور ہے لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ غسل وکفن رسول صلعم سے فارغ ہوئے اور جنازہ پڑھنے کے لئے سلمانؓ ابوذرؓ مقدادؓ حضرت فاطمہؓ وحسنینؓ کو اس حجرہ میں داخل کیا تو اس اسد اللہی جماعت پر حضرت عائشہؓ کا اسقدر رعب چھا گیا کہ انکے سامنے نماز نہیں پڑھ سکتے تھے آخر جبرئیل کی کمک کی ضرورت ہوئی جس نے آکر حضرت عائشہ کی نظر بند کر دی۔ اور اس طرح تھوڑے وقت کے لئے خدا خدا کر کے نماز جنازہ ادا کی۔ آخری فقرہ روایت مذکورہ کا قابل دید ہے "و عائشہ منافقۃ (خاک بدہن مجلسی) ہمدراں حجرہ بود و مطلع نہ شد بر نماز کردن ما بسبب

آنکہ جبرئیل چشم ہائے اورا گرفتہ بود۔ حیات القلوب ملا باقر مجلسی جلد ۲ صفحہ ۶۶۰

اب رہا اعتراض نمبر ۱۲ کا دوسرا فقرہ کہ "اگر بموجب حدیث سنیان پیغمبر کا ورثہ نہیں تو یہ دفن کیسے ہوئے" اسکا سر دست جواب تو یہ ہے کہ خواہ پیغمبر کا ورثہ بقول شیعیان ثابت بھی ہو تو بھی ہم جواب سے سبکدوش ہیں کیونکہ بحث تو اس خاص زمین حجرہ کے متعلق تھی۔ جو حضرت عائشہ کا مملوکہ ثابت ہو چکا۔ لیکن معترض کی تسلی کے لئے میں ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی قابل ذکر جائداد از قسم منقولہ وغیر منقولہ جس میں کسی کو حق ارث پہنچ سکے نہیں رہی تھی۔ بخاری میں لکھا ہے ما ترک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دینارًا ولا درھمًا ولا عبدًا ولا امۃ الا بغلتہ البیضاء التی کان یرکبھا وسلاحہ وارضًا جعلھا لابن السبیل صدقۃ بخاری جلد ۳ باب مرض النبی صلے اللہ علیہ وسلم صفحہ ۶۰ یعنے آنحضرت صلعم نے نہ درہم و دینار (دنیا میں) چھوڑے نہ کوئی غلام اور نہ کوئی لونڈی سوائے ایک سفید استر سواری کے اور ہتھیاروں کے اور اس زمین کے جس کی آمدنی آپ مسافروں کے زاد راہ پر خرچ فرماتے تھے یہ تو ہوئی بقول معترض حدیث سنیاں لیجئے اب حدیث شیعیان بھی عرض کرتا ہوں۔ عن ابی عبد اللہ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء لم یرثوا درھمًا ولا دینارًا وانما ورثوا احادیث من احادیثھم" اصول کافی کتاب العلم مطبوعہ نول کشور صفحہ ۱۷ (ترجمہ) روایت ہے امام صادق سے کہ فرمایا آپ نے کہ انبیاء کے وارث علماء ہیں اور یہ اسلئے کہ انبیاء نے میراث نہیں دی درہم اور دینار میں اور نہیں میراث دی انہوں نے مگر احادیث

(۵) "حضرت علی علیہ السلام سے لڑنیوالا جہنمی ہے" معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ کسی آیت قرآنی کا ترجمہ ہے یا کسی حدیث کا خیر اسکو بھی جانے دو معترض اگر اسکو کلیہ قرار دیکر عائشہ رض اور امیر معاویہ رض کو بوجہ جنگ جمل اور صفین کے جہنمی سمجھ بیٹھا ہے تو یہ اسکی قلت نظری اور

اور کم فہمی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اوپر جواب نمبر ۷ میں ثابت کیا گیا ہے کہ خداوند کریم نے مخالف و موافق اولی الامر اور باغی دونوں گروہوں کا مومنین کے لفظ سے ذکر کیا ہے بحکم آیت و ان طائفتان من المومنین اقتتلوا۔ اور کتاب الروضہ کے حوالہ سے ہمنے دکھلا دیا ہے کہ خود جناب علیؑ نے اہل جمل کو اس آیت کا مصداق ٹھہرایا۔ باقی رہے امیر معاویہؓ سو ان کا معاملہ بھی ویسا ہی ہے جناب علیؑ نے بمقابلہ انکے تحکیم کو منظور رکھا۔ اور امام حسنؑ نے خلع خلافت سے عملی طور پر ثابت کر دیا کہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے جنگ کی ایک خاص نوعیت تھی ورنہ امام کی شان سے بعید ہے کہ امر خلافت میں ایسے کے مقابلہ میں ایک امام تو ثالثی منظور فرماتا ہے اور دوسرا امام اپنے آرام کے لئے فرائض امامت کو پھر اُسی کے ہاتھ میں سونپ دے فتدبر۔

اور پھر اس طرح اگر غور کیا جائے تو ہر مسلمان جو دوسرے مسلمان پر دست تطاول دراز کرے اسکو کم و بیش جہنمی ہونا پڑیگا۔ حضرت علی کی خاص خصوصیت کیا ہے

آمدیم بر سر مطلب تو معترض کو نظر بوجوہ بالا ام المومنینؓ اور خال المومنین کو تو اس کلیہ سے مستثنےٰ کرنا پڑیگا۔ البتہ اگر نہروان پر حضرت علی کے ساتھ لڑنیوالوں کو جو کسی زمانہ میں شیعیان علیؑ بھی رہ چکے تھے اور من بعد خارجی ہو گئے (خاص اسی وجہ سے کہ کیوں جناب علی نے امیر معاویہ کیساتھ ثالثی کے ذریعہ خلافت کے فیصلہ کو منظور فرمایا) یہ کلیہ جاری کریں تو ہم انکو معذور رکھینگے

دسویں سوال کا جواب معترض لکھتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عمرؓ نے نبوت رسول صلعم میں شک کیا۔ بحوالہ مدارج النبوۃ۔ اول تو یہ امر تحقیق طلب ہے کہ آیا اسکے اعتراض کی بنا صرف اس مدارج النبوت والی روایت پر ہے کہ وہ اس موقعہ پر حضرت عمرؓ کے شک کو امر واقعہ اور اہل سنت کا معتقد علیہ مسئلہ سمجھتا ہے۔ ذیل میں چند ایسے حوالے عرض کرتا ہوں جن کے مطالعہ سے ہر دو شق مذکورہ کی توضیح ہو جائیگی

(۱) منجملہ شرائط مجوزہ مشرکین جنکو آنحضرت صلعم نے منظور فرمایا ایک شرط یہ تھی۔ کہ بغیر

اجازہ مشرکین مکہ جو شخص آنحضرت صلعم کی خدمت میں آجائے۔ خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو گیا ہو اسکو واپس مکہ بھیجا جائیگا۔ اور اسکے ساتھ ہی یہ کہ جو شخص مدینہ سے مکہ چلا جائے۔ مشرکین مکہ اسکو ہرگز واپس نہ کرینگے۔ یہ شرط مومنین کو بہت ناگوار تھی اور وہ غمگین تھے اور اسکو اسلام کی حقارت و ذلت پر محمول کر کے اس پر معترض تھے۔ بخاری شریف میں خاص غزوہ حدیبیہ کے باب میں صلح کی شرائط کے ذکر کے بعد یہ الفاظ ہیں " فکرہ المومنون ذٰلک وامعضوا فتکلموا فیہ " بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۹ اس ناپسندیدگی میں تمام مومنوں کا شریک ہونا مذکور ہے نہ خاص حضرت عمرؓ کا اور شک کرنیکا بھی کوئی ذکر نہیں ہے اور اگر اسکو شک سے تعبیر کیا جائے تو سب صحابہ یا اکثر صحابہ کو بھی مشکک ماننا پڑیگا

(۲) دوسری روایت کتاب التفسیر سورہ فتح میں بخاری میں مروی ہے جس میں حضرت صلعم اور خاص عمرؓ کا اس بارہ میں مکالمہ بھی مذکور ہے حضرت صلعم نے اس صلح کی فلاسفی اور حکمت سے انکو مطلع کرنا قبل از وقت خیال فرمایا اور جس پر لکھا ہے کہ عمرؓ مارے غم و غصہ کے آنحضرت صلعم کی خدمت سے لوٹ آئے اصل الفاظ اس موقعہ پر یہ ہیں فرجع متغیظا جلد ۳ صـ ۱۱۸ لفظ غیظا کو بھی شک سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اور حضرت عمرؓ کا یہ غیظ بھی اس کراہت کا مترادف ہے جس میں سب مومنین شریک تھے جیسا کہ اوپر والی روایت میں گزرا۔

(۳) مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت نے اس شرط کو منظور فرما لیا مسلمانوں نے تعجب کیا " مسلمانان ازیں شرط تعجب کردند و گفتند سبحان اللہ چگونہ باز فرستیم کسے را کہ مسلمان آمدہ باشد " جلد ۲ صفحہ ۲۸۴ مطبوعہ نول کشور ذکر صلح حدیبیہ

(۴) روایت مذکورہ کے بعد مصنف مدارج لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب عمرؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا۔ کہ کیا آپ اس شرط پر راضی ہو گئے ہیں تو آنحضرت صلعم نے تبسم فرمایا اور اس شرط کی حکمت کو بیان فرما دیا عمرؓ گفت یا رسول اللہ بایں معنی راضی می شوی آنحضرت تبسمے فرمود و گفت یا عمر الخ اس روایت میں بھی آخر تک کہیں عمر رض کے شک کا

ذکر نہیں۔ مدارج جلد ۲ صفحہ ۲۸۴

(۵) اب ہم اس خاص روایت کی طرف رجوع کرتے ہیں جس پر معترض نے اغلباً خاص طور پر اعتراض اٹھایا ہے اور جو بیشک مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور کے جلد ۲ صفحہ ۲۸۷ میں ہے۔ اسکے الفاظ یہ ہیں نقل است از عمر رضی الخطاب کہ گفت درآمد در آں روز در دل من امر عظیم و مراجعت کردم با حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ ہرگز مثل آں نکردہ بودم الخ اسکے آخر میں خود مصنف کی رائے ہی کافی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں۔ وایں قول عمر رضی بر سبیل استکشاف و استفسار بود نہ بر سبیل شک و انکار حاشا باوجود میگفت ؓ رضی اللہ عنہ عمر ے است کہ از وسوسۂ شیطان و کید نفس کہ در آں روز در خاطر من گزشتہ بود استغفار مے کنم۔ و باعمال صالحہ از صوم صلوٰۃ و اعتاق و تصدقات توسل میجوئم" مدارج جلد ۲ صفحہ ۲۸۷

اس معترض علیہ روائیت میں بھی امر عظیم کا لفظ ہے نہ کہ شک کا۔ حالانکہ دوسرے متعدد روایات جو اسی واقعہ کے متعلق ہیں ان میں عمر رضی کا شک کرنا ثابت نہیں ہوتا دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت عمرؓ کا شک کرنا امر واقعہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ روایات کا تضاد باقی رہ جاتا ہے اس مشکل کے لئے ہم ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا ایک معیار عرض کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کو منسوخ کردیتی ہے۔ ان الحدیث ینسخ کما ینسخ القرآن فنسخت الاحادیث بعضها بعضاً اصول کافی اختلاف الحدیث صفحہ ۳۳ جب احادیث میں ناسخ و منسوخ ممکن ہے خواہ وہ ائمہ معصومین سے مروی ہوں تو روایات غیر معصومین میں تو یہ معیار بوجہ اولیٰ قابل لحاظ ہوگا پس اس معیار کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک شک والی روائیت دوسری روایات معوضہ بالا سے منسوخ ہوگئی۔ پھر اگر حضرت عمر رضی نے جو غیر معصوم اور بشریت کے قدرتی تقاضاؤں سے مبرا و منزہ نہیں تھے ایک دفعہ عمر بھر میں شک بھی کیا تو کچھ مضائقہ کی بات نہیں ہے بوجوہ ذیل

اوّل تو آپ جلدی ہی پشیمان ہوئے اور اس پر اصرار نہیں کیا۔ اور تمام عمر اسکے ارتکاب پر استغفار
اور صدقہ دیتے رہے جیساکہ مدارج النبوۃ سے ہی اوپر عرض ہو چکا
دوم۔ ہم کو تعجب اور نکتہ چینی کی گنجائش نہیں رہ سکتی کیونکہ حضرت ابراہیم جیسے اولوالعزم
پیغمبر کے بارہ میں بھی خود قرآن مجید میں ایک شک کا ذکر پایا جاتا ہے قال اولم تؤمن
قال بلیٰ ولکن لیطمئنّ قلبی۔ پس عمرؓ کا یہ شک بھی بقول شاہ عبدالحق صاحب
مرحوم محدث دہلوی استکشاف و استفسار حقیقت امر مصالحت حدیبیہ پر مبنی تھا نہ کہ
مبنی بر انکار و جحد۔ بخاری میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ قصہ
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا نحن احق بالشك من ابراهيم اذ قال
رب ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئنّ قلبی
بخاری کتاب التفسیر سورہ بقر باب وقوموا للہ قانتین جلد ۳ صفحہ ۶۸
سب باتوں سے قطع نظر کر کے قابل غور یہ بات ہے کہ اس شک کے بعد حضرت عمرؓ
کے ساتھ آنحضرتؐ کا کیسا سلوک رہا ہم کو تو آنحضرت صلعم کے عملدرآمد کو مدنظر رکھنا چاہیئے
لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" اور شاید یہ بات کرنا مشکل ہے کہ آپ عمرؓ
پر اس شک کے ارتکاب پر آزردہ خاطر ہے۔ سب سے پہلے بخاری میں دیکھیں۔ لکھا ہے
کہ حضرت صلعم کے ساتھ شرائط صلح پر بات چیت کر کے حضرت عمرؓ ابوبکر صدیق کے
پاس گئے جب انھوں نے تسلی دلائی۔ تو خدا نے بھی تسلی نازل فرمائی یعنی سورہ فتح کا نزول
ہوا۔" فنزلت سورۃ الفتح" بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۱۸ شکر ہے کہ حضرت عمرؓ کی
دل سوزی جو دراصل تمام مومنوں کی طرف سے دلسوزی تھی وہ بیکار نہ رہی۔ اور جس قدر
وسیع فتوحات مسلمانوں کو آیندہ نصیب ہوئیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضرت عمرؓ کی
عالی ہمّتی اور جوش اسلامی کو ان میں کہاں تک دخل ہے
لطیفہ آیت وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ جو اسی سورہ فتح میں ہے اسکی تفسیر

ہیں علامہ مجلسی نے لکھا ہے وعدہ دادہ است شمارا خدا غنیمت ہائے بسیار کہ خواہید گرفت آنہارا مانند غنیمت ہائے فارس و روم وغیر آنہا کہ بدست عساکر مسلمانان آمد حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۰۲ شیعونکو معلوم ہے کہ فارس و روم کی موعودہ فتوحات اسی شخص کے دم قدم سے حاصل ہوئیں جس کو وہ نبوت میں شک لانیوالا جانتے ہیں۔ اس اعتراض کا ابھی ایک حصہ باقی ہے معترض کہتا ہے کہ ابوبکرؓ نے عروہ کو گالی دی (بحوالہ مدارج النبوۃ وغیرہ) سو سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ یہ عروہ کون شخص ہے صاحب مدارج النبوۃ فرماتے ہیں کہ یہ خیال نہ کرنا کہ یہ عروہ بن مسعود برادر عبد اللہ بن مسعود ہوگا۔ ایں عروہ بن مسعود ثقفی است و عبد اللہ بن مسعود مدنی۔ و عروہ بن مسعود دریں وقت مسلمان نہ بود و آخر وقت مسلمان شد" مدارج جلد ۲ ذکر صلح حدیبیہ صفحہ ۲۷۷ مفسر تفسیر صافی لکھتے ہیں۔ کہ ولید بن مغیرہ روسائے مکہ سے تھا۔ اور عروہ بن مسعود ثقفی رؤسائے طائف سے دیکھو تفسیر صافی زیر آیت علیٰ رجل من القریتین عظیم اور یہ عروہ ابوبکر صدیق کا ممنون احسان اور رہین منت تھا۔ صلح حدیبیہ کے وقت مشرکین مکہ کی طرف سے وکیل بنکر آیا تھا۔ اور آنحضرت صلعم سے ایسے پیرایہ میں بات چیت کی جو بقول صاحب مدارج ارباب دولت دنیاوی و طالبان دنیاوی کے حسب حال ہوتی ہے اسی لئے لکھا ہے کہ ہنوز ظلمت کفر و رسم جاہلیت دامنگیر حال عروہ بود" مدارج صفحہ ۲۷۸ اس پیرایہ و لب و لہجہ کو دیکھکر ابوبکرؓ کو غصہ آیا اور آپ نے اسکی "اہانت" کی غرض سے اسکو فحش گالی دی خدا جانے معترض نے اس فحش گالی سے کیوں اسقدر برا منایا ہے شیعوں کی منطق بھی عجیب ہے ایک طرف اصحاب ثلاثہ کو فرار جنگ کے مطاعن کا نشانہ بنا کر انکی بزدلی کو مشہور کرتے ہیں اور دوسری طرف اگر کہیں انکی ذات سے غیرت و حمیت کا کوئی امر سرزد ہو جیسے کہ اس موقعہ پر ہوا تو انکی شدت اور غلظت پر اعتراض کر دیتے ہیں قطع نظر اسکے روایت منقولہ بالا کے بعد ہی ایک دوسری روایت بھی ہے جسمیں لکھا ہے کہ عروہ اثنائے گفتگو میں حضرت صلعم کی ریش مبارک کی طرف "حسب عادت اجلاف عرب"

ہاتھ بڑھاتا تھا جس پر مغیرہ بن شعبہ مشہور صحابی سخت برافروختہ ہو ہو جاتے تھے یہانتک کہ لکھا ہے نعل شمشیر خود را بر دست عروہ زدہ میگفت دست خود را نگہ دار واز حد ادب تجاوز مکن صـ ۲۷۸ ۲۷۹ مدارج النبوۃ جلد ۲ ممکن ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے ہی عروہ کو فحش گالی بھی دیدی ہو۔ لیکن دونوں صاحبوں کے بارے میں اصل قابلِ غور یہ بات ہے کہ انکی اس تادیب و تہدید یا بخیال معترض اس بدتہذیبی پر آنحضرت صلعم نے بھی اعتراض فرمایا تھا یا نہ اگر آپ کی پاک ذات سے اپنے دو صحابیوں کے فعل پر کوئی مخالفت مروی نہیں ہے تو اسکے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے بھی اسکو روا اور جائز خیال فرمایا تھا پھر آج شیعونکا کوئی حق نہیں کہ تیرہ سو برس کے بعد صحابہ کرام کے ایک ایسے فعل پر جو اس موصوف "لعلیٰ خلق عظیم" معلم الٰہی کے حضور میں سرزد ہوا۔ اور اسکو جائز رکھا گیا۔ نکتہ چینی کریں والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

خاکسار خادم حسین خادم بھیروی احمدی شکارپور

احادیثِ تشیع

شیعہ کی ایمانداری کا یہ نقشہ ہے جس سے احادیث امامیہ کی صحت اور عظمت کی حقیقت معلوم ہوتی ہے

(۱) قال سئلت الرضاء علیہ السلام فقلت انی لا القاک فی کل وقت فممن اخذ معالم دینی قال خذ من یونس بن عبد الرحمٰن صـ ۳۰۱ رجال) ترجمہ راوی جو حضرت امام رضاء علیہ السلام کا مرید اور انکا وکیل تھا انسے سوال کرتا ہے کہ میں ہر وقت آپسے نہیں مل سکتا ہوں پس میں اپنے دینی علوم کس سے دریافت کروں فرمایا امامؑ نے کہ یونسؑ بن عبد الرحمٰن سے دریافت کیا کرو۔

(۲) محمد بن یونسؑ ان الرضاء علیہ السلام ضمن لیونس الجنۃ ثلث مرات صـ ۳۰ رجال) ترجمہ محمد بن یونس سے روایت ہے کہ تحقیق امام رضا علیہ السلام یونس